انسان کے معیار فضیلت وتکریم کے قرآنی قانون کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Qur'anic Law of Standard for Human's Virtue and Dignity

ڈاکٹر عبدالقدوس*

ڈاکٹر مراد شمشک**

Abstract

The purpose of society in Islam is also based on respect, dignity, justice, love and endurance of mankind and Islam has not laid down any such principle or rule from the very first day to teach good speech and character. That which is contrary to humanity without any distinction. Morality should be a criterion, by which a person can be known, what is his status? Because man is created from two things, one is the external dimension, which we see as these organs. The other is the internal dimension, which is apparently invisible and this is the soul. In both of them there is both good and evil. Unless all the limbs are beautiful they are not called beautiful, in the same way unless all the habits are good they are not called good morals.

Islam is the principal religion of humanity and the greatness of humanity. Islam teaches peace, security and love, not hatred and murder, because Allah Almighty has granted the honor to a human being in among all creatures. All human beings are equal as human beings as all human beings are made of dust. Therefore, to consider the division of all humanity on earth on religious, national, regional and linguistic grounds as a criterion of superiority is a threat to humanity itself because these are the stimuluses' and causes that why human beings themselves suffer from humiliation, disgrace and contempt at the hands of other human beings. In this paper all the relevant has been described in detail.

Keywords: Human beings, Standard, Superiority, Virtue, Dignity, Qur'an

* پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ فیلو، نجم الدین اربکان یونیورسٹی قونیا- ترکی۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، نجم الدین اربکان یونیورسٹی قونیا- ترکی۔

تعارف

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس کا تصور معاشرت بھی بنیادی طور پر بنی نوع انساں کے احترام، عزت وو قار، عدل و انصاف اور محبت و مودت پر قائم ہے اور اسلام نے حسن گفتار و کردار کی تعلیم دینے کے لئے روز اول ہی سے کوئی ایسا اصول یا ضابطہ روا نہیں رکھا جو بلا تخصیص شرف انسانیت کے منافی ہو۔ اخلاق حسنہ ہی ایک ایسا معیار ہے کہ جس سے کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس درجہ کا ہے؟ کیونکہ انسان کی خلقیت دو چیزوں سے کی گئی ہے ایک ظاہری جہت، جسے ہم دیکھتے ہیں یہ اعضاء ہیں۔ دوسرا باطنی جہت، جو بظاہر نظر نہیں آتی اور یہ روح ہے۔ ان دونوں میں اچھائی اور برائی دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جب تک تمام اعضاء خوبصورت نہ ہوں وہ خوبصورت نہیں کہا جاتا، اسی طرح جب تک تمام عادات اچھی نہ ہوں، خوش اخلاق نہیں کہلایا جاتا۔

قرآن کریم نے نہ صرف ایک انسان کے ظاہری شکل و صورت اور اعتدال خلقیت کی صفت جتلائی ہے بلکہ باطنی جہت [روح] کی شائستگی اور پاکیزگی کو من جانب اللہ نعمت عظمی اور سعادت کبری قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوش اخلاقی اور اچھی عادات میں لوگوں سے خوش گفتاری، نرم خوئی اور شیریں کلامی کو ادنی ترین فریضہ انسانیت قرار دیا ہے کیونکہ یہ کام نہایت سہل اور عمدہ اخلاق کی بنیاد ہے لہذا نرم کلامی اور حسن گفتاری کا دامن ہر صورت چھوٹنے نہ پائے۔

قرآن کریم کا یہ حکم تمام انسانوں سے برتنے کے متعلق ہے اور یہ رویہ اور برتاو صرف اپنے عزیز واقارب یا کسی مخصوص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، فاسق ہو یا صالح مگر اتنا خیال ضرور رہے کہ اس خوش خلقی و خوش گفتاری اور خندہ روئی سے کہیں مخاطب کی بدعت یا بے دینی کی تائید پیدا نہ ہو جائے۔

مذہب اسلام، انسان دوستی اور عظمتِ انسانیت کا علمبر دار ہے، اسلام نفرت اور قتل و غارت نہیں امن، سلامتی اور محبت کا درس دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو شرف معراج بخشا ہے اور تمام انسان مٹی سے بنے ہیں اسی وجہ سے تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں لہذا روئے زمین پر تمام انسانیت کی مذہبی، قومی، علاقائی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کو فوقیت و برتری کا معیار قرار دینا خود انسانیت کے لئے خطرہ ہے اس لئے کہ یہی وہ محرکات اور وجوہات ہیں جن کی بناء پر خود انسان دوسرے انسان کے ہاتھ ذلت و رسوائی اور حقارت و توہین آمیز رویے کا شکار ہو جاتا ہے۔

لفظ انسان کی تحقیق و مفہوم

لفظ "انسان" جو کہ عربی زبان "انس" سے اردو زبان میں مستعمل ہے۔ "انس" کا لفظ قرآن کریم میں کئی جگہوں پر مذکور ہیں، ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾[1]

ترجمہ: اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لئے (۱) جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا (۲) اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آ پہنچے جو تو نے جو ہمارے لئے معین فرمائی اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ (۳) بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔

۲۔ ﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾[2]

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

۳۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[3]

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

۴۔ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ﴾[4]

ترجمہ: اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائے گی۔

۵۔ ﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾[5]

ترجمہ: وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں (۱) جنہیں ان سے پہلے کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں انسان کے لئے[بشر]کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾[6]

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا(۱) پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح(جبرائیل علیہ السلام)کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔

مذکورہ تمام آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں انسان کے لئے[انس اور انسان]کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کے لئے اردو زبان میں بھی انسان ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور کئی جگہوں پر[بشر]کے الفاظ بھی مستعمل ہیں جس کا اردو اور فارسی میں ترجمہ[آدمی]کا کیا جاتا ہے۔[7]

انگریزی لغت میں انسان کے لئے [Humanity][8]کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔جس کے معنی وہ خصوصیات جو ایک انسان میں ہوسکتے ہیں۔بالفاظ دیگر انسان کا مجموعی کردار یا انسانیت کا تصور مراد لیا جاتا ہے

قرآن کریم کا پیغام وحدت و معیار انسانی

اسلامی معاشرہ انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کرتا ہے اور افراد کو محبت و شفقت، اتحاد و تعاون، اخوت، خدمت خلق، فرمانبرداری، ایثار اور قربانی جیسی صفاتوں کو اپنانے اور حسد، نفرت، خودغرضی، تعصب وغیرہ جیسی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔یہ ایک مسلمہ حقیقیت ہے کہ اسلام ایک عالمگیر دین اور مکمل و جامع ضابطہ حیات ہے۔ اس کی عالمگریت بھی قرآن سے ثابت ہے اور جامعیت بھی۔قرآن کریم اسلام کی عالمگیریت ثابت کرتا ہے تو ادیان عالم پر اس کے غالب ہونے کی صورت میں۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾[9]

ترجمہ: اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کردے (ا) اگرچہ مشرک برا مانیں۔

گزشتہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دینِ محمدی ﷺ باقی تمام ادیان پر عالی اور غالب ہو گا۔ خواہ وہ غلبہ دلیل، حجت اور برہان کے ذریعے ہو یا سلطنت و ریاست کے ذریعے سے اور جب اسلام کی جامعیت ثابت کرتا ہے تو اِکمال دین کے تذکرے سے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ﴾[10]

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی (کل) نعمت پوری کر دی اور میں نے تمھارے لئے مذہب اسلام کو پسند کیا۔

علامہ زحیلیؒ اِکمال کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والمراد بالا کمال: اتمامه فی نفسه وفی ظهوره اما اتمامه فی نفسه فباشتماله علی الفرائض والحلال والحرام والتضیص علی اصول العقائد...الخ، واما اتمامه فی ظهوره فباعلا وكلمته وتفوقه علی كل الادیان و تفوقه مع المصالح العامة)[11]

ترجمہ: اکمال سے مراد فی نفسہ اور فی ظھورہ اتمام ہے۔ فی نفسہ اتمام اس کا فرائض، حلال، حرام اور عقائد کے اصول کے صراحت پر مشتمل ہونا ہے اور فی ظھورہ اتمام اس کے کلمے کی بلندی باقی ادیان پر غلبے اور عام مصلحتوں کے ساتھ موافقت ہے۔

مذکورہ دونوں آیتیں صراحت کے ساتھ اسلام کی عالمگیریت اور جامعیت پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ جو دین ادیانِ عالم پر غالب ہو گا وہ عالمگیر ہو گا اور جو دین کامل و مکمل ہو گا، وہ جامع ہو گا اور وہ یہی دین اسلام ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے قرآن کریم کو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر اتارا ہے جس میں اللہ نے بنی نوع انسان کے لئے اپنے احکام اتارے ہیں۔ وہ اپنے بندوں سے بے حد پیار کرتا ہے اور ان پر رحم و کرم فرماتا ہے لہٰذا اس کے احکام بھی اسی نوعیت کے ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے، ایک دوسرے کا حق مار کر وہ مسرت کا احساس کرتے ہیں مگر اللہ کو یہ باتیں پسند نہیں کیونکہ اس کی نظر میں اس کی تمام مخلوق برابر ہے اور کسی ایک کی تکلیف اس کے لئے بھی تکلیف کا باعث بنتی ہے اس کی نظر میں ساری مخلوقات برابر ہیں مگر عالم انسانیت نے اس معیار کو پس پشت ڈال کر ایک دوسرے کو زیر کرنے اور ایک دوسرے پر فوقیت جتلانے کے مختلف دلائل اور تاویلیں پیش کیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نسلی و قومی امتیاز کے تصورات دنیا کی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی قوم، اپنے رنگ، اپنی نسل اور اپنے نظریے کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ برتری صرف اس کے ہاں پائی جاتی ہے اور باقی سب کمتر ہیں۔ یہ غرور اور تکبر نفرتوں، مکاریوں،

دشمنیوں اور جنگوں کی شکل اختیار کرتا ہے جس کے نتیجے میں عالمی امن تباہ ہوتا ہے، مگر قرآن کریم نے تمام انسانیت کو متحد اور ایک ہونے کی دعوت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ [12]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا﴾ [13]

ترجمہ: اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔

﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ [14]

ترجمہ: اے لوگو! یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا پالنہار ہوں، تو میری ہی عبادت کرو۔

دوسری جگہ سورہ مومنون میں بھی ایک لفظ کے فرق کے ساتھ یہی حکم دہرایا گیا ہے۔

﴿وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ [15]

ترجمہ: بیشک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، تو مجھ سے ڈرو۔

قرآن کریم میں ایک اور جگہ پر ایک امت ہونے اور آپس کے اختلاف کو ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [16]

ترجمہ: دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے (۱) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔ صرف ان ہی لوگوں نے جو اسے دیئے گئے تھے، اپنے پاس دلائل آچکنے کے بعد آپس کے بغض و عناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا (۲) اس لئے اللہ پاک نے ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی (۳) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔

انبیاء سابقین کسی ایک خطے، ملک، قبیلے یا قوم میں مبعوث کئے جاتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ تمام انسانوں کے لئے رسول بن کر تشریف لائے لہٰذا اللہ تعالی نے قرآن میں آپ کو حکم دیا: ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾[17]

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔

نبی کریم ﷺ ساری کائنات کے لئے نبی بن کر آئے اور آپ کے لائے ہوئے احکام سب کے لئے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔ قرآن انسانی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتا ہے جس میں مختلف مذاہب، الگ الگ رنگ و نسل اور طبقے کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ میل جول اور محبت سے رہ سکیں۔

معیار فضیلت و تکریم انسانی قرآن کریم کا قانون

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے لہٰذا دین اسلام اپنے ماننے والوں کو علاقے اور زبان کی بنیاد پر تقسیم ہونے سے بچاتا ہے اور انہیں ایک ہی لڑی میں پرو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کی تلقین کرتا ہے۔ دین اسلام ہمیں ایک قوم پرست گروہ بننے کی بجائے ایک امت بننے کا حکم دیتا ہے جو خالصتاً اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر اٹھے اور دنیا میں حق و صداقت کا پرچار کرے۔ دین اسلام کی تمام تعلیمات ہمیں ہر قسم کے امتیاز سے بچ کر خالصتاً اللہ کا ہو جانے کی دعوت دیتی ہیں۔ اس وقت ہمارے معاشرے کی یہ ضرورت ہے کہ نسلی اور قومی امتیازات کے خلاف دین اسلام کی ان تمام تعلیمات کو عام کیا جائے اور معاشرتی نظام کو عدل اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے تحت استوار کیا جائے۔

اسلامی ریاست میں رہنے والے ہر غیر مسلم کو پوری طرح تمام انسانی حقوق فراہم کرنا اسلامی حکومت اور مسلم معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم نے کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ برا سلوک روا رکھے یا اس کے ساتھ ناانصافی کرے۔ یعنی قرآن نے مذہبی عصبیت کی بنیاد ہی کھود ڈالی۔ کیونکہ کوئی بھی انسان کسی مذہب کا حامل ہو سکتا ہے مگر اسی کے ساتھ وہ انسان بھی ہے اور اس کا حق ہے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنا اور ان کے حقوق انہیں پہنچانا، یہ مسلمانوں پر لازم ہے اور جو اس سے روگردانی کرتا ہے، اللہ اس سے باخبر ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[18]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ اور سچائی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ یہ (عدل) تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

جس طرح سے مذہب کی بنیاد پر کسی کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی نہیں کی جاسکتی، اسی طرح اسلام اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ غیر مسلم اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ انھیں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ اسلام قبول کرتے ہیں تو یہ رضاکارانہ طور پر ہونا چاہئے نہ کہ اجباری طور پر۔ قرآن میں اس سے متعلق بھی فرمایا:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ﴾[19]

ترجمہ: مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾[20]

ترجمہ: تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور ہمارے لئے ہمارا دین۔

اسی طرح قرآنی مذہب کی نظر میں علاقائیت کے نام پر کسی تفرقہ پردازی کی اجازت نہیں اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی ساز باز کیا جاسکتا ہے۔ عرب میں یہ فخر وغرور عام بات تھی کہ اہل عرب باقی دنیا کو اپنے سے کمتر سمجھتے تھے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے حالانکہ اسلام کی نظر میں یہ کوئی برتری کی بات نہیں ۔سیاہ فام لوگ، جو کہ غلام کے طور پر عرب لائے جاتے تھے اور ان کے ساتھ بھی جو رویہ رکھا جاتا تھا وہ انسانیت سوز تھا تو ایسے حالات میں قرآن کریم نے دنیائے انسانیت کو یہ پیغام دیا، ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾[21]

ترجمہ: یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں بتا دیا اور تلقین کی گئی کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں اور تمام لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو سب برابر اور مکرم ومحترم ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیت وحدت انسانی کی بہترین مثال ہے۔ دنیا میں بسنے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور یہ لوگ خواہ خود کو ایک دوسرے سے برتر ظاہر کرتے ہوں مگر خود ان کے خالق کا فرمان ہے کہ انسان ہونے کی حیثیت سے وہ برابر

ہیں اور ان میں سے نہ کوئی بڑا ہے اور نہ مرتبے کے لحاظ سے چھوٹا۔ اگر کسی کو برتری حاصل ہے تو صرف تقویٰ اور خوف خداوندی کی بنیاد پر۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾[22]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں نر اور مادہ میں پیدا کیا ہے اور خاندان و قبیلے بنائے ہیں۔ صرف اس لئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے، جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

نیز حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے جو خطبہ دیا تھا اس میں بھی آپ نے مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع کے سامنے اس بات کا اعلان کیا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى[23]

ترجمہ: اے لوگو" بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ بے شک عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں۔ اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت نہیں، سوائے تقوی کے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے احکام میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ حاکم و محکوم، عربی و عجمی، سیاہ و سفید، کمزور و طاقت ور، مومن و کافر انسان ہونے کی حیثیت سے یکساں ہیں۔ وہ قانون کی نظر میں بھی برابر ہیں لہٰذا کسی کے ساتھ مذہب، ذات، رنگ و نسل یا علاقے کی بنیاد پر کوئی فوقیت یا قیمت کا حقدار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی سیاہ فام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو سیدی کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ وہ بلال جن کے حقوق سے مکہ نے غلام ہونے کے سبب انکار کیا۔ جو ایک کمزور مسلمان ہونے کی وجہ سے اذیتیں برداشت کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہی بلال ایک قرآن تعلیم کے سبب تاریخ اسلام کی محترم ترین ہستی بن گئے۔

قرآن و حدیث کی ان تصریحات سے تو یہ تو اضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کسی ذات پات، رنگ، نسل اور قومیت کو فضیلت کی بنیاد نہیں مانتا بلکہ صرف اور صرف تقوی اور کی حوصلہ شکنی فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی اپنی نیکیوں کی بنیاد پر دوسروں کو حقیر پرہیز گاری کو ہی فضیلت کا معیار قرار دیتا ہے اور نسلی امتیاز تو سمجھ نہیں سکتا اور

نہ ہی اسے کمتر قرار دے سکتا ہے کیونکہ اسلام میں رنگ ونسل اور زبان کے فرق کا مقصد و فلسفہ کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴾[24]

ترجمہ: اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کااختلاف (بھی) ہے (ا) دانش مندوں کیلئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ رنگ اور نسل ولسان میں فرق کو اللہ کی نشانی قرار دیا گیاہے نہ کہ فوقیت وبرتری کا معیار۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ مختلف پیشوں کے بارے میں جو غلط تصور پایا جاتا ہے کہ عام طور پر محنت کشوں اور ہاتھ سے کام کرنے والے پیشوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ دیہی معاشرے میں جاگیر دار اور زمیندار اپنے ملازمین کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے برعکس اگر دین اسلام کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس کے بالکل متضاد صورتحال نظر آتی ہے۔ اسی طرح جدید شہری معاشروں میں بعض سماجی ومعاشی تبدیلیوں کے نتیجے میں ذات پات کا نظام زوال پذیر ہے تاہم بہت سے لوگ اب بھی اپنی ذات اور برادری سے باہر شادی کرنا پسند نہیں کرتے جس کی بنیادی وجہ یہی تصورات ہیں لیکن دوسری طرف اگر نبی کریم ﷺ کے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کا یہ طرز عمل تمام مسلمانوں کے امام اور اپنے نبی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، ارشادات اور عمل کے خلاف ہے اور جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے معمولی سی واقفیت بھی رکھتا ہے، وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ نے اپنی چار میں سے تین صاحبزادیوں کا نکاح غیر سید حضرات میں کیا۔ آپ کی بڑی صاحبزادی سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا جو بنو امیہ کے چشم وچراغ تھے۔ اسی طرح سیدۃ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا گیا جو آپ کے خاندان سے باہر بنو امیہ ہی سے تعلق رکھتے تھے۔[25] ان مقدس ہستیوں کے طرز عمل سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں عزت اور احترام کے لئے معیار یہ مقرر نہیں کیا گیا کہ وہ کونسے پیشہ اور شعبہ سے وابستہ کونسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے بلکہ اسلام میں عزت اور احترام کا معیار "تقوی" کو قرار دیا گیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[26]

ترجمہ: اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہ اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

اس ضمن میں اسلام میں کسی بھی اِنسان اور کسی بھی مذہب کے پیروکار کو ناحق قتل کرنا، اُس کا مال لوٹنا، اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کے مرتکب شخص کو الم ناک سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو قتل کرے، قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾[27]

ترجمہ: جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

گزشتہ آیت کریمہ میں نَفْسًا کا لفظ عام ہے، لہٰذا اس کا اطلاق بھی عموم پر ہو گا. یعنی کسی ایک انسانی جان کا قتلِ ناحق –خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، قطعاً حرام ہے اور اس کا گناہ اتنا ہی ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنے کا ہے، لہٰذا مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم شہریوں کا قتل بھی اسی زمرے میں آئے گا. اس کی تصریح ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ[28]

ترجمہ: اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

نیز نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو دیت (Monetary Compensation) میں مساوی حقوق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ[29]

ترجمہ: یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں. اُن حقوق میں سے پہلا حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہو گا تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی

بسر کر سکیں۔ نبی کریم ﷺ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری نسل انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ[30]

ترجمہ: بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے اِس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے. یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دین اسلام کسی نسلی مذہب کا نام نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت ہے جو آفاقی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی شخص اگر اپنے رب کی طرف خلوص نیت سے مائل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے کھلی دعوت ہے کہ وہ اس دین کا انتخاب کرلے۔ قرآن مجید کی دعوت کو قبول کرکے کوئی بھی شخص ہر مسلمان کے برابر درجہ پاسکتا ہے اور اس میں کسی ذات پات یا رنگ و نسل کی قید نہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے طرز عمل سے اللہ کی حجت تمام کریں اور انہیں اس کے دین کا پیغام پہنچائیں۔ دعوت دین کے لئے محبت، شفقت، نرمی اور عدل و احسان مطلوب ہے جس کا معاشرہ میں فقدان پایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑا لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں امتیاز کی جو سب سے شدید اور نازک قسم پائی جاتی ہے، وہ مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ مذہب کے فرق کی بنا پر دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے اور انہیں حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اسی قسم کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بعینہ یہی صورتحال فرقوں اور مسالک میں بھی پیدا ہو چکی ہے اور بعض تو اس معاملے میں قرآن کریم کی چند آیتوں کو ان کے سیاق و سباق سے کاٹ کر ان سے استدلال کرکے غیر مسلموں سے بد سلوکی کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں واضح طور پر ان غیر مسلموں، جنہوں نے کبھی مسلمانوں سے جنگ نہیں کی اور نہ ہی ان کے خلاف معاندانہ رویہ رکھا ہو، کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے:

لا يَنْهَاكُمْ اللَّهُ عَنْ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[31]

ترجمہ: جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں کوئی لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تمہیں جلاوطن کیا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور منصفانہ رویہ اختیار کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار نہ ہوں اور نہ ہی لڑنے والوں کا ساتھ دیا ہو تو ایسے لوگوں سے انصاف اور عدل کا معاملہ کرنا چاہیئے۔ جس کی بہت ساری مثالیں اسلامی تاریخ اور سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کا یہودیوں سے معاہدہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کہ جب خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کا یہودیوں سے معاہدہ ہوا کہ وہ زمینوں میں کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف حکومت اسلامیہ کو بطور خراج دیں گے۔ مسلمانوں کی حکومت کے جو اہل کار ان سے فصل کا حصہ وصول کرنے جاتے، وہ کل پیداوار کے دو برابر حصے کرتے اور ان یہودیوں کو کہتے کہ ان میں سے جو چاہو لے لو۔ کئی یہودی بزرگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اسی انصاف پر زمین و آسمان قائم ہیں۔ [32]

خلاصۃ البحث

دین اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لیے آخری پیغام الٰہی ہے، چونکہ انسانی سرشت میں خیر وشر دونوں کا مادہ رکھا گیا ہے اس لئے اگر خیر کی خوبی اس میں پروان چڑھے تو انسان بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے اور اگر شر کی خصلت اس میں غالب ہو جائے، تو پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے لوگوں کی اصلاح کے لئے انبیاء ورسل علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا اور ان انبیاء ورسل کی بعثت کا بنیادی مقصد بندوں کی اصلاح' ان کیلئے دین ودنیا اور آخرت کی مصالح کا حصول اور انہیں دنیاوآخرت کے مفاسد سے بچانا تھا۔

اللہ تعالی نے اس دنیا کو ایک جان سے آباد کر کے اس کی نسل در نسل اولاد کو ہر جگہ آباد کیا ان میں تعارف وتعاون اور قرابت کے لیے خاندان اور قبیلوں میں تقسیم کیا، مختلف خطوں کے افراد واشخاص کے رنگ وروپ میں فرق رکھا؛ اس لیے کہ ان سب کی حقیقت نسل وتولید کے اعتبار سے اس باپ سے ہے جو مٹی سے بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مٹی کو الگ الگ رنگ وخاصیت کا بنایا ہے۔ اس لئے عالم انسانیت کو مختلف رنگ و نسل، وطن وعلاقہ، خاندان وقبیلہ اور عرب وعجم کے نسلی، خاندانی اور علاقائی محدود دائرہ سے نکل کر اخوت ووحدت

کی لڑی میں پرونا اور ایک فکر وعقیدہ پر ایک صف میں لا کھڑا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں فطرت انسانی سے ہم آہنگ آسمانی دستور نازل فرمایا اور اس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔

قرآنی دستور چونکہ خالق کائنات کا نازل کردہ اور وضع کردہ ہے اس لئے اس میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔ وہ زمانے کے گزرنے سے نہ فرسودہ ہوگا اور نہ ہی اس کی تازگی اور اثر آفرینی میں وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلی آئے گی۔ لہذا اس کے جامع اصول و قوانین کا پابند معاشرہ ہی وحدت و مساوات اور محبت ورافت، رحم دلی و خیر خواہی، ہمدردی وغمگساری اور ایک دوسرے کی نصرت واعانت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کے مقدر میں کامیابی اور فلاح تب ہی لکھی جا سکتی ہے جب وہ اسلام کی طرف رجوع کریں اور ایمان و عمل، قول و فعل میں اسے مضبوطی سے تھام لیں۔ کامیابی اور اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں دین اسلام کے مبادی، قواعد اور احکام کے زیر سایہ آجائیں۔

کتابیات

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ الام، ابوعبداللہ محمد بن ادریس، الشافعی، دارلمعرفہ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔

۳۔ البخاری، جامع الصحیح، محمد بن اسماعیل البخاری، دار احیاء التراث، بیرو لبنان ۲۰۰۰ء۔

۴۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن رشد المعروف بابن رشد، ادارۃ المصنفین، انڈیا ۲۰۱۵ء۔

۵۔ التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، وھبۃ الزحیلی، الدکتور، دارالفکر، دمشق، الطبعۃ العاشرۃ۔ ۲۰۰۹ء

۶۔ زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، حافظ محمد ابن قیم الجوزی،، نفیس اکیڈمی، کراچی ۲۰۰۲ء۔

۷۔ سیرت رسول اللہ ﷺ المعروف بابن سیرت ابن اسحاق، محمد ابن اسحاق، دارلمعرفہ، بیروت، ۱۹۹۸ء۔

۸۔ فیروز اللغات فارسی، مولوی فیروزالدین، ص۸۸، فیروز سنز، لاہور ۱۹۹۰ء۔

۹۔ کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ، محمد بن حسن الشیبانی، امام، عالم الکتب پبلشرز، ورجینیا یونیورسٹی ۲۰۰۸ء۔

۱۰۔ المصنف، عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی ابوبکر، دارالتاصیل، ۲۰۱۵ء۔

۱۱۔ المسلم، صحیح مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، قرآن محل وتحقیقات، کراچی ۱۹۵۸ء۔

12. The Oxford English Dictionary, Prepared by J.A.Simpson and E.S.C. Weiner, Clarendon Press Oxford, Second Edition, Vol: vii, Hat-intervacum, 1989-

13. The Islamic Threat: Myth or Realty, John Esposito, New York: Oxford University Press, 1992.
14. The Early Muslim Empires: Umayyad's, Abbasids, Fatimid's, Francis E. Peters, Classic Publishers, NY, USA, 1978.

---

1 القرآن:الانعام۶:۱۲۸

2 القرآن:بنی اسرائیل۱۷:۸۸

3 القرآن:الذاریات۵۱:۵۶

4 القرآن:الرحمن۵۵:۳۹

5 القرآن:الرحمن۵۵:۵۶

6 القرآن:مریم۹:۱۷

7 فیروز اللغات فارسی، مولوی فیروزالدین، ص۸۸، فیروز سنز، لاہور ۱۹۹۰ء

8 The Oxford English Dictionary, Second Edition, Vol: vii, Prepared by J.A.Simpson and E.S.C.Weiner, Hat-intervacuum, page, 476-

9 القرآن:التوبۃ۹:۳۳

10 القرآن:المائدۃ۵:۳

11 الزحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ، الدکتور، التفسیر المنیر، ج3، ص434، 435، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

12 القرآن:النساء۴:۱

13 القرآن؛یونس۱۰:۱۹

14 القرآن:الانبیاء۲۱:۹۲

15 القرآن:المومنون۲۳:۵۲

16 القرآن:البقرۃ۲:۲۱۳

17 القرآن:سبأ۳۴:۲۸

18 القرآن:المائدۃ۵:۸

19 القرآن:البقرۃ۲:۲۵۶

20 القرآن:۱۰۹:۶

21 القرآن:۱۷:۷۰

22 القرآن:الحجرات۴۹:۱۳

23 البیہقی، شعب الایمان، حدیث نمبر ۵۱۳۷

24 القرآن:الروم۳۰:۲۲

[25] ابن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، ص۱۶۹

[26] القرآن: الحجرات ۴۹:۱۳

[27] القرآن: المائدۃ ۵:۳۲

[28] شيباني، الحجة، 349:4/ شافعي، الام، 320:7

[29] عبد الرزاق، المصنف، 9897:10/ ابن رشد، بدیۃ المجتهد، 310:2

[30] بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى، 2: 420، رقم: 1454 / مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والاعراض والاموال، 1305:3، 1304، رقم: 1479

[31] القرآن: الممتحنۃ ۶۰:۸

[32] John Esposito, The Islamic Threat: Myth or Realty, p.174-